علوم
معارف
ملفوظات

سیدنا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

بروایت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

گذشتہ سے پیوستہ

۳۴۔ فرمایا : خود مکان بنانا مذموم نہیں بلکہ وہ تو اگر بقید ضرورت ہو تو محمود ہے۔ ہاں بناء الفاسد علی الفاسد نہ ہو، وجہ یہ ہے کہ بغیر مکان کے گزر نہیں ہو سکتا اور سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ جب مکہ تشریف لے گئے تو فاقوں کو تو جھیل لیا مگر مکان کی تکلیف نہ برداشت فرما سکے۔ دعا کی کہ اے اللہ اپنے بیٹھنے کی جگہ مرحمت فرمائیے کہ جس سے کوئی اٹھا نہ سکے، ایک روز مطاف میں تشریف رکھتے ہوئے ذکر میں مشغول تھے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ تشریف لائے اور کچھ پیسے ہاتھ پر رکھے، اور فرمایا تمہارے ہاتھوں لاکھوں کا خرچ رکھا گیا ہے۔ حضرت نے عرض کیا کہ میں اس کا متحمل نہیں، البتہ ایک ایسا گھر چاہیے۔ فرمایا یہ بھی ہو جاویگا جس کا غیب سے یہ سامان ہوا کہ ایک شخص نے حضرتؒ کے نام مکان خرید دیا۔ حضرتؒ نے اس مکان میں بیٹھتے ہی معاً وقف نامہ لکھا کہ حیات تک رہوں گا۔ میرے بعد یہ مکان اغراض محمودہ کیلئے وقف ہے اور اس طرح سے شرط لگانا وقف میں جائز ہے کہ اپنے انتفاع کی یا اپنی اولاد کے یا اولاد کی اولاد کے انتفاع کی شرط لگائے۔ یہ بھی ثواب کا مرتبہ ہے۔ مگر میں اس کا مشورہ کسی کو نہیں دیتا، کیونکہ بعض دفعہ وقف کرنے کے بعد اولاد کو کوئی ایسی تکلیف ہوتی ہے۔ مثلاً کسی وقت وہ محلہ ویران اور خطرناک ہو گیا یا ہمسائے شریر ہو گئے۔ اب مکان بدلنے کی ضرورت

ہوتی ہے، مگر وقف کی وجہ سے اسکو بیع نہیں کر سکتے۔ آگے ہر شخص اپنی مصلحت سمجھ سکتا ہے۔
(تاسیس البنیان علی تقویٰ من اللہ و رضوان صـ۳۷)

۳۳۔ فرمایا: دو دل یک شود بشکند کوہ را۔ ہمارے حاجی صاحبؒ رات کو تہجد میں اکثر سورہ یٰسین پڑھا کرتے تھے، اور اسکی حکمت میں یہ شعر پڑھتے تھے کہ جب دو دل مل جائیں تو پہاڑ کو بھی توڑ دیتے ہیں اور یہاں تین دل ایک ہو جاتے ہیں۔ اس طرح سے کہ ایک مصلّی کا دل، دوسرا قلب اللیل، تیسرا قلب القرآن یعنی یٰسین جسکو حدیث میں قلب القرآن فرمایا ہے، تو تین دل مجتمع ہو کر شیطان کو کیسے نہ بھگا دیں گے۔ (الرحیل الی الخلیل صـ۵۲)

۳۴۔ فرمایا: جو مصلحت (جنت سے نکلنے میں) حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں تھی اسکو حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عارفوں کے لئے بڑی نعمت معرفت ہے، اور معرفت کی دو قسمیں ہیں، ایک علمی اور ایک عینی۔ معرفت علمی تو یہ ہے کہ صفات کمال اور اس کے آثار کا علم ہو جائے۔ اور معرفت عینی یہ ہے کہ اس صفت کے اثر کا مشاہدہ ہو جائے، تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو معرفت علمی تو حاصل تھی، لیکن معرفت عینی صرف بعض صفات کی حاصل تھی، جیسے منعم کہ اس صفت کا اس وقت مشاہدہ ہو رہا تھا، لیکن بعض صفات کا مشاہدہ اس وقت نہ تھا۔ مثلاً توّاب کہ اس صفت کی معرفت علمی تو حاصل تھی۔ باقی معرفت عینی حاصل نہ تھی، اور معرفت عینی افضل ہے معرفت علمی سے۔ تو جنت سے علیحدہ کر کے خدا تعالیٰ کو حضرت آدم علیہ السلام کی تکمیل عرفان مقصود تھی۔ پس یہ اخراج حقیقت میں عقوبت نہ تھی، بلکہ تکمیل تھی اور بعض قرائن سے حضرت آدم علیہ السلام کو اس کا کچھ پتہ چل گیا تھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی ناک میں روح داخل ہوئی تو آپ کو چھینک آئی۔ ارشاد ہوا کہو الحمد للہ۔ اور فرشتوں کو حکم ہوا کہو یرحمک اللہ۔ تو بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام روئے کہ دعائے رحمت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لغزش ضرور ہوگی۔ اور توبہ کے بعد رحمت ہوگی، اور اس کمال معرفت کی مصلحت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اتنا بخار چڑھتا تھا جتنا دو آدمیوں کو چڑھتا ہے۔ کیونکہ جس اسم کا یہ مظہر ہے اسکی معرفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علی وجہ الکمال عطا فرمائی تھی۔ غرض حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے آنا بھی رحمت ہے۔ (المورد الفرسخی فی المورد البرزخی صـ۱۰، النور صـ۲۲)

۳۵۔ فرمایا: کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر ایک لطیفہ بھی منور ہو جائے تو اسکے

ذریعہ سے سب منور ہو جاتے ہیں۔ حضرت کے یہاں زیادہ اہتمام قلب کا تھا، جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَہِیَ الْقَلْبُ۔ (ارواحِ ثلاثہ ص۳۳۲، اشرف السوانح ص ۲۸۱/۱) یعنی جسم میں ایک لوتھڑا ایسا ہے جب وہ ٹھیک رہتا ہے سارا بدن ٹھیک رہتا ہے۔ اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ جان لو کہ وہ دل ہے۔

۳۷۔ فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ کے سامنے آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ (یعنی میں نے جن و انسان کو اسی واسطے پیدا کیا کہ میری عبادت کیا کریں) کے متعلق سوال کیا گیا کہ اس میں جن و انس کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی عبادت تو ساری مخلوق ہی کرتی ہے۔ اس میں کچھ جن و انس کی تخصیص نہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایک تو عبادت ہے اور ایک طاعت ہے اول ایک مثال سے ان دونوں میں فرق سمجھ لو۔ وہ یہ کہ ایک تو نوکر ہے اور ایک غلام ہے۔ نوکر کا کام تو معین ہوتا ہے، خواہ ایک یا متعدد مثلاً باورچی ہے کہ اس کے لئے کھانے پکانے کی خدمت معین ہے، یا سپاہی ہے یا مکان پہ بازار اور گھر کے کام کرنے کے واسطے کوئی نوکر ہے تو جس خدمت کے واسطے یہ لوگ نوکر ہیں۔ ان سے وہی خدمت لی جا سکتی ہے، خود آقا بھی اس کا لحاظ رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر آقا باورچی سے کہے کہ یہ خط لے کر گنگوہ جاؤ تو نوکر ضابطہ میں انکار کر سکتا ہے۔ اور غلام کی کوئی خدمت معین نہیں ہے بلکہ تمام خدمات اسکے ذمہ ہیں جسکا بھی حکم ہو جائے۔ چنانچہ ایک وقت اسکو آقا کا پاخانہ بھی اٹھانا پڑتا ہے اور ایک وقت میں آقا کی پوشاک پہن کر آقا کا قائم مقام اور نائب بنکر جلسہ یا دربار میں جانا پڑتا ہے۔ غرض یہ کہ غلام کو کسی وقت بھی کسی خدمت سے انکار نہ ہوگا۔ اسی طرح جن و انس کے سوا تمام مخلوق کی طاعت معین ہے۔ ہر شے مخلوقات میں سے ایک خاص کام پر معین ہے کہ اس کے سوا دوسرا کام اس سے نہیں لیا جا سکتا۔ مگر انسان کی کوئی خدمت معین نہیں، چنانچہ ایک وقت میں انسان کا سونا عبادت ہے، ایک وقت میں پاخانہ پھرنا عبادت ہے، مثلاً جماعت تیار ہو اور پیشاب پاخانہ کا زور ہو تو اس وقت پیشاب پاخانہ سے فراغت حاصل کرنا واجب ہے اور نماز پڑھنا اس وقت حرام ہے۔ اگر پیشاب پاخانہ سے فراغت حاصل نہ کی تو حرام فعل کا مرتکب ہوا۔ اس وقت اس کا بیت الخلاء میں جانا عبادت ہے۔ ایک وقت تو انسان کی یہ حالت ہے اور ایک وقت انسان کی یہ شان ہے کہ مظہرِ حق بنا ہوا ہے۔ اس وقت اسکی زبان سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں۔ غرض جو شان غلام کی ہے وہی انسان کی ہے۔ عبد شدن (غلام ہونا) کیلئے انسان ہی ہے۔ باقی تمام مخلوق ذاکر شاغل ہے۔

مگر عابد صرف انسان ہی ہے۔ یہ کسی خاص حالت اور خاص کام کو اپنے لئے تجویز نہیں کر سکتا۔ بلکہ حضرت حق جس حالت میں رکھیں۔ اسی میں اسکو رہنا چاہیئے۔ (سلوۃ الحزین صہ ۱۵، الرحیل الی الخلیل صہ ۱۴، تفاضل الاعمال صہ ۱)

۳۶۔ فرمایا: کہ ایک دفعہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ نے حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ سے عرض کیا کہ حضرت صاحب میں ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا مولوی صاحب ابھی تو پوچھ رہے ہو، یہ پوچھنا دلیل تردد کی ہے۔ اور تردد دلیل خامی کی ہے۔ خامی میں نوکری چھوڑنا مناسب نہیں۔ (کمالات اشرفیہ صہ ۳۸) ملفوظ ہذا سے حضرت حاجی صاحبؒ کی کمال تحقیق مناسب حال ظاہر ہے۔

۳۷۔ فرمایا: کہ الحزم سوء الظن کی تفسیر میں حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ مسہ بنفسہ یعنی دانائی اور احتیاط یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس سے سوء ظن ہی رکھے کسی وقت مطمئن نہ ہو، ہمیشہ کھٹکتا رہے۔ اگرچہ حکماء نے اس جملہ کے دوسرے معنی بھی لئے ہیں۔ وہ یہ کہ انسان کو کسی پر اعتماد نہ چاہیئے ہر شخص پر بدگمان رہے۔ احتیاط رکھے، وہ کیسا ہی مخلص دوست ہو معاملہ کے اعتبار سے یہ بھی صحیح ہے۔ مگر عارفین یہ کہتے ہیں، کہ دوسروں سے تو حسن ظن رکھے اور اپنے نفس سے سوء ظن رکھے (ملفوظات کمالات اشرفیہ صہ ۱۱۴)

۳۸۔ فرمایا: میں اہل طریق کیلئے ہمیشہ اسکا خیال رکھتا ہوں کہ ہر کام سہولت سے ہو جائے۔ حتی کہ بڑے بڑے مقاصد سہولت سے حاصل ہو جاتے ہیں اور یہ موقوف ہے صحبت پر۔ مرید کو شیخ کی خدمت میں ایک خاص مدت تک رہنا ضروری ہے۔ اس سے مقصود میں خاص سہولت ہو جاتی ہے۔ رہا یہ کہ کس قدر مدت میں کام ہو جاتا ہے۔ اس کا تعین مشکل ہے۔ یہ مناسبت پر موقوف ہے۔ اگر اہل استعداد ہوتا ہے تو بہت جلد کام ہو جاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کل بیتالیس روز رہے۔ اس کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم سے جو کچھ دینا تھا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ اس وقت کا یہ فرمانا حضرت کا کہ ہم سے جو کچھ دینا تھا، سمجھ میں نہ آیا کہ کیا دیا۔ مگر پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دیا تھا۔ اس پر مولانا گنگوہیؒ نے مزاحاً فرمایا کہ اگر ہم جانتے کہ یہ چیز ہے تو اتنی محنت کیوں کرتے۔ اس پر حضرت مولانا تھانویؒ نے مزاحاً فرمایا کہ مل جانے پر فرماتے تھے ورنہ پندرہ برس تو معلوم ہی ہونے میں لگ گئے۔

(ملفوظات کمالات اشرفیہ صہ ۲۵۹)

۳۹۔ فرمایا: یہ چشتیت اور نقشبندیت محض الوان طریق کا نام ہے کہ چشتیہ کا لون یہ ہے وہ اول تخلیہ کرتے ہیں پھر تحلیہ اور نقشبندیہ کا لون یہ ہے کہ اول تحلیہ کرتے ہیں، پھر تخلیہ اور یہ بھی متقدمین کا مذاق تھا۔ اب تو دونوں طریق کے محققین کا فیصلہ یہ ہے کہ تخلیہ اور تحلیہ ساتھ ساتھ کرنا چاہیئے۔ اب ہر محقق چشتی بھی ہے اور نقشبندی بھی لیکن یہ فرق ضرور ہے کہ باوجود دونوں کو جمع کرنے کے چشتیہ تخلیہ کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور نقشبندیہ تحلیہ کا۔ اور اس فرق مذاق کی وجہ سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جس طالب کو جس لون سے مناسبت ہوتی تھی مشائخ اسکو ایک دوسرے کے پاس بھیج دیا کرتے تھے۔ نقشبندیہ بعض مریدوں کو چشتیہ کے یہاں بھیج دیتے اور چشتیہ بعض طالبوں کو نقشبندیہ کے ہاں بھیج دیتے، لیکن آج کل تو ہڑبونگ ہو رہا ہے کہ اکثر مشائخ سب کو ایک ہی طرف کھینچنا چاہتے ہیں۔ باقی جو محقق ہیں وہ اب بھی طالب کو اسکی مناسبت کے موافق مشورہ دیتے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد منیر صاحب نانوتویؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے پوچھا کہ حضرت میرے لئے خاندان چشتیہ میں بیعت ہونا مناسب ہے یا نقشبندیہ میں حضرتؒ نے فرمایا کہ پہلے تم ہمارے ایک سوال کا جواب دو پھر بتلائیں گے۔ ایک شخص زمین میں جسکے اندر جھاڑ جھنکار کثرت سے ہیں تخم پاشی کرنا چاہتا ہے، تو بتلاؤ تمہاری رائے میں اسکو پہلے جھاڑ جھنکار صاف کرکے بعد میں تخم پاشی کرنا چاہیے یا اول تخم پاشی کردے پھر رفتہ رفتہ جھاڑوں کو بھی صاف کرتا رہے۔ مولوی صاحب نے کہا میرے نزدیک تو اسے اول تخم پاشی کردینا چاہیئے تاکہ کچھ تو ثمرہ حاصل ہوجائے۔ ایسا نہ ہو کہ جھاڑوں کے صاف کرنے ہی میں عمر ختم ہوجائے۔ حضرت نے فرمایا بس تم نقشبندیہ سلسلہ میں بیعت ہوجاؤ۔ تم کو انہی کے مذاق سے مناسبت ہے۔ سبحان اللہ حضرت نے دقیق مذاق کو کتنی سہل مثال سے حل فرمادیا۔ (چشتیہ اور نقشبندیہ کا فرق سمجھا دیا۔) پھر طالب کے مذاق کی کیسی رعایت فرمائی کہ صاف کہہ دیا تم نقشبندیہ میں بیعت ہوجاؤ۔ یہ نہیں کہ سب کو اپنے ہی یہاں بھرتی کرنے کی فکر کریں جیسا آج کل اکثر ہو رہا ہے۔ (الرحیل الی الخلیل ص۴۲، زکوٰۃ النفس ص۴۲)

۴۰۔ فرمایا: ہمارے حاجی صاحبؒ کو جو کوئی مشورہ دیتا تو ہر شخص کے مشورہ پر فرما دیتے، اچھا جیسی مرضی چاہیے وہ حضرت کی رائے کے موافق ہوتا یا خلاف۔ کسی کی دل شکنی نہ فرماتے تھے۔ ہر ایک کے جواب میں جیسی مرضی ہی فرماتے تھے۔ (تکمیل الانعام فی صورۃ ذبح الانعام ص۳)

۴۱۔ فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک بی بی نے عرض کیا کہ میں اپنی جائداد وقف کرنا چاہتی ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا نہیں نہیں ایسا نہ کرو، کچھ اپنے لئے رکھ لو۔ نفس کو کبھی پریشانی ہو

جایا کرتی ہے۔ پھر وہ پریشانی دین تک مفضی ہو جاتی ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ وہ زمانہ گیا کہ درہم و دینار رکھنا تقویٰ کے خلاف تھا۔ اب تو اگر کسی کے پاس کچھ مال ہو تو اسکی حفاظت کرنا چاہیئے۔ کم ہمت انسان جب مفلس ہو جاتا ہے تو اول اس کا دین برباد ہوتا ہے۔ (الاستغفار صنا)

۴۲۔ حضرت علیؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ شادی کیسی ہے۔ فرمایا سُرُورُ شَهْرٍ ایک ماہ کی خوشی ہے، سائل نے کہا ثُمَّ مَاذَا۔ پھر کیا ہوتا ہے۔ فرمایا: لُزُوْمُ مَهْرٍ۔ مہر کا لازم ہونا۔ اس نے پوچھا ثُمَّ مَاذَا۔ فرمایا۔ كَسْرُ ظَهْرٍ۔ کمر کا ٹوٹنا۔ اس نے کہا ثُمَّ مَاذَا۔ پھر کیا فرمایا: غُمُوْمُ دَهْرٍ۔ یعنی عمر بھر کا غم لگ جاتا ہے۔ حضرت علیؓ بڑے فصیح تھے۔ کیا فصیح اور فصیح اور مقفّیٰ جواب دیتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے، جب تک آدمی مجرد رہتا ہے، انسان ہے، اور جب شادی ہو جاتی ہے تو چار پایہ ہو گیا اور بال بچے ہو جانے سے جکڑ جاتا ہے۔ بہر حال سب مصیبت ہی مصیبت ہے۔ (ازالۃ الغین عن آلۃ العین ص۳۷)

۴۳۔ فرمایا حضرت حاجی صاحبؒ نے نواب محمود صاحبؒ رئیس چھتاری کو لکھا تھا کہ آپ مکہ میں بہ نیت ہجرت آنا چاہتے ہیں تو یہاں رہ کر اپنے لیے صرف اتنی رقم منگانے کا انتظام کیجئے جو آپ کے خرچ کے لئے کافی ہو، تقسیم کے واسطے نہ کوئی رقم ساتھ لانا نہ وہاں سے منگانے کا انتظام کرنا۔ حالانکہ یہ صدقہ تھا جو موجب ثواب ہے مگر مبتدی کو یہ بھی مضر ہے کہ اس جھگڑے میں پڑے کہ صدقہ کس کو پہنچا اور کون رہا اور رقم اب تک کیوں نہیں آئی، کہاں دیر ہوئی اور اپنے کو دینے والا اور دوسروں کو محتاج سمجھے۔ ہاں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسے اتقیا کو یہ تعلقات مضر نہیں۔ ان کی نسبتیں راسخہ تھیں۔ اس لئے ان تعلقات سے ان کی توجہ مع اللہ کم نہیں ہوتی۔ (علاج الحرص ص۲۴)

۴۴۔ فرمایا: حضرت فرید الدین عطارؒ نے ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک طالب نے اپنے شیخ سے عرض کیا کہ مجھے حق تعالیٰ کے دیدار کی بہت تمنّا ہے۔ کوئی تدبیر بتلائیے جس سے خواب میں دیدار ہو جائے۔ شیخ نے فرمایا آج رات عشاء کی نماز چھوڑ دو۔ خواب میں دیدار ہو جائیگا۔ طالب کو اس تدبیر سے بڑا توحش ہوا کہ شیخ نے کیا فرمایا کہ دولت دیدار معصیت سے حاصل ہو گی، پھر چونکہ اس وقت تک نماز کبھی قضا نہ کی تھی۔ اس لئے ہمت نہ ہوتی، مگر شیخ کے قول کا القا بھی گوارہ نہ ہوا، تو اس نے یہ فیصلہ کیا کہ لاؤ آج سنتیں چھوڑ دو اور فرض و وتر پڑھ لو سنتوں کا ترک اھون ہے سنتیں چھوڑ کر جو سویا تو رات کو خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی زیارت ہوئی کہ آپ فرما رہے ہیں، کیوں بھائی ہم نے کیا خطا کی جو تم نے سنتوں کو چھوڑ دیا۔ اس تنبیہ سے فوراً اسکی آنکھ کھل گئی اور اٹھ کر سنتیں پڑھیں۔ صبح کو شیخ سے یہ واقعہ بیان کیا شیخ نے فرمایا اگر فرض کو چھوڑ دیتے تو خواب میں اللہ تعالیٰ کو یہی فرماتے ہوئے دیکھتے۔ شیخ فریدالدین عطارؒ نے تو یہ قصہ لکھ کر چھوڑ دیا اور اسکی حقیقت مفصل نہ بتلائی کہ فرض چھوڑنے اور دیدار حق ہونے میں کیا ربط تھا۔ صرف مجملاً اتنا لکھا ہے کہ طبیب کبھی زہر سے علاج کرتا ہے۔ بس اتنا لکھ کر چلے گئے اور علماء ظاہر کو صوفیاء پر طعن کرنے کا موقعہ مل گیا کہ یہ مشائخ شریعت کی ذرا عظمت نہیں کرتے کہ شریعت تو فرض کے چھوڑنے پر وعید سناتی ہے اور یہ اجازت دیتے ہیں اور اس پر بشارتیں مرتب کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا دیدار ہوتا اور یوں ہوتا۔ میں حاجی صاحبؒ کو امام وقت اس لئے کہتا ہوں کہ وہ ایسے وحشتناک واقعات کو اس خوبی سے حل فرماتے تھے کہ شریعت پر بھی پورا انطباق ہو جاتا۔ حاجی صاحبؒ نے اس حکایت کو بیان کر کے فرمایا کہ وہ طالب مراد تھا۔ شیخ کو معلوم تھا کہ یہ مراد ہے۔ اگر فرض چھوڑ کر سوئے گا تو حق تعالیٰ اسکو نہ چھوڑیں گے، فوراً خواب میں تنبیہ فرما کر وقت کے اندر اندر اس سے نماز پڑھوالیں گے، پس شیخ نے ترک نماز کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ عمر بھر کے لئے اسکو ایسا پابند کرنا چاہا کہ پھر کبھی اس کا وسوسہ بھی نہ آتا۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی تنبیہ کا عشاق پر خاص اثر ہوتا ہے۔ بہرحال مراد تو اگر خود بھی رکتا ہے تو حق تعالیٰ خود اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ مگر یہ دولت ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی، اور نہ اس میں کسب و اختیار کو دخل ہے۔ ہمارے اختیار میں مرید بننا ہے اور مرید کے لئے یہی قاعدہ ہے کہ خود محبوب کی طرف چلنے کی کوشش کرے۔ اگر یہ اعراض کرے گا تو ادھر بھی اعراض ہوگا۔ پس اسکو شرم نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ ایسے وقت میں عدو سے شرم کو بلانا چاہئے کہ عدوئے شرم و اندیشہ بیا (استمرار التوبہ صفحہ ۳۴)

۴۵۔ فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ سب صاحبان سن لیں۔ میں اپنا بندہ بنانا نہیں چاہتا۔ خدا کا بندہ بنانا چاہتا ہوں، کیونکہ خدا مقصود ہے۔ شیخ مقصود نہیں۔ میرے پاس جو کچھ تھا حاضر کر دیا۔ اس سے زیادہ کی طلب ہو تو میری طرف سے عام اجازت ہے۔ جہاں سے چاہیں مقصود حاصل کریں۔ اگر کسی دوسرے شیخ سے بیعت کی ضرورت ہو تو بیعت کی بھی اجازت ہے۔ (اشرف السوانح صفحہ ۳۸۶/۱)

۴۶۔ فرمایا: کہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ اس پر فخر فرمایا کرتے تھے کہ الحمدللہ ہمارے سلسلہ میں سب طلباء اور غرباء کا ہی مجمع ہے اور جس درویش کے یہاں بڑے بڑے لوگوں یعنی

ڈپٹی کلکٹروں وغیرھم کا زیادہ ہجوم ہو تو سمجھ لو کہ وہ خود دنیا دار ہے کیونکہ اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ۔ (ارواح ثلاثہ صد ۲۲۴)

۴۷۔ فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو چار مسئلوں میں شرح صدر ہے، ایک مسئلہ قدر، دوسرا روح، تیسرا مشاجرات صحابہؓ، چوتھا وحدت الوجود، اور جب ان چاروں مسئلوں پر حضرت تقریر فرماتے تو سامعین پر ایک اطمینان اور وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ (ارواح ثلاثہ صد ۲۲۵)

۴۸۔ فرمایا: ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں مثنوی کا درس ہو رہا تھا۔ اور جلسہ عجیب جوش و خروش سے پر تھا۔ اس روز حضرتؒ نے پکار کر یوں دعا فرمائی۔ اے اللہ ہم لوگوں کو بھی ایک ذرہ محبت عطا فرما، آمین۔ پھر دعا کے بعد فرمایا الحمد للہ سب کو عطا ہو گیا۔ (الہام ہوا ہوگا۔) پھر دوسرے جلسہ میں فرمایا کہ ذرہ سے زیادہ کا تحمل بھی نہیں ہو سکتا ؎

یارب چہ چشمہ ایست محبت کہ من ازاں
یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم
بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست
جز آں کہ جاں بسپارند چارہ نیست

(ارواح ثلاثہ صد ۲۲۶)

۴۹۔ فرمایا کہ جب مثنوی کے درس کا وقت آتا تو حضرت حاجی صاحبؒ یوں فرمایا کرتے کہ آؤ بھی مثنوی کی تلاوت کریں۔ ایک شعر ہے ؎

مثنوی مولوی معنوی — ہست قرآں در زبان پہلوی

اس کا لوگوں نے اسطرح حل کیا ہے کہ اس میں زیادہ مضامین قرآن شریف کے ہیں، لیکن حضرت علیہ الرحمۃ نے عجیب تفسیر فرمائی کہ یہاں قرآن سے مراد کلام الٰہی ہے اور کلام الٰہی کبھی وحی سے ہوتا ہے اور کبھی الہام سے ہوتا ہے۔ تو معنی مصرعہ کے یہ ہیں کہ مثنوی کلام الٰہی یعنی الہامی ہے۔ حضرتؒ اس تفسیر کی بناء پر تلاوت کا لفظ استعمال فرماتے تھے۔ (ارواح ثلاثہ صد ۲۲۷)

خلائی تسخیر اور قرآن کریم ——— اڈیٹر الحق کی نظر میں
کتاب میں دیگر عنوانات کے علاوہ مسئلہ خلائی تسخیر پر بھی قرآن و سنت کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے۔
حضرت علامہ شمس الحق افغانی اور دیگر اکابر نے بھی کتاب کی بے حد تحسین فرمائی ہے۔ صفحات ۲۵۰، ہدیہ ۲/- روپے
ادارہ فروغ اسلام شجاع آباد ضلع ملتان